ڈاکٹر حافظ شبیر احمد جامعی[1]

اسما شبیر[2]

عصر حاضر میں عورت کی معاشرتی حیثیت (قرآن و سنت کی روشنی میں)

Abstract

Woman is an important individual of human society. At every turn of human history, she has played a very significant role collaburation with men to the progress of worldy existance. Unfortunatly, the woman who is responsible for the survival of human race, has always failed to get her legitimate place in society. Atrocities have been comitted upon her. So immensely that human history trembles to narrate them. Every religion and every civilization has extended her a pejorative treament. She has been bearing those cruelties with reticence and resignation in every age. But now she looks to be remonstrating against these excesses. Alas! Western movement's operationing for the cause of woman's rights have led her astray. It is the religion of Islam only which takes intense care of her rights and legtimate place. By means of the illuminating leading principles of Islam, The intellectual worries of woman can be eliminated and she can be accorded to genuine human greatness.

انگریزی میں عصر حاضر کو (Modem Period) کہا جاتا ہے۔ اور "قاموس اطلس" میں Modem کے لیے حدیث، عصری معاصر[3] کے الفاظ درج ہیں۔ اور "آکسفورڈ ڈکشنری" میں "Period" کے لیے

---

1 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

2 لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

3 قاموس اطلس انجلیزی عربی: ص 885، مرکز اطلس العالمي للدراسات والابحاث، عمان، اردن، 2005م

(1) Length of time

(2) Length of time which is division of era.[1]

سادہ لفظوں میں یہ کہ کسی بھی عرصے کو واضح کرنے کے لیے وقت کو کسی مخصوص دورانیہ میں منقسم کرنا پڑتا ہے۔اس طرح عصرِ حاضر کو ہم بیسویں صدی کے اختتام پر اور اکیسویں صدی کے آغاز میں منقسم کریں گے۔ یہاں تک کہ موجودہ اور ماضی قریب کے وقت (موجودہ وقت سے منسلکہ ماضی قریب کے چند سالوں) کو عصرِ حاضر میں شامل کیا جائے گا۔ عصرِ حاضر کو دورِ حاضر، دورِ جدید یا عہدِ حاضر بھی کہا جاتا ہے۔

قاموس اطلس انجلیزی عربی میں لفظ "Women" (عورت) کے لیے "امرأۃ"، "النساء"[2] کے الفاظ درج ہیں۔ جبکہ معجم نورالدین الوسیط میں:

① امرأۃُ :(مادۃ م ر أ) مؤنث: امروُ أنثی الرجل [3]

② النّسَاءُ: (مادۃ ن س و) جمع، امْرأ وۃُ من غیر لفظہ ویقابلھا:الرّجالُ الاناثُ البالغاتُ [4]

قومی انگریزی اردو لغت میں "Female" کے لیے "مادین، مونث:مادہ؛جانداروں میں سے وہ جو حاملہ ہو کر بچے کو جنم دیتی ہے لڑکی یا عورت۔[5]

جبکہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں لفظ عورت کا لفظی مطلب:

"جسم کے وہ اعضاء جن کو دیکھنے دکھانے سے شرم آئے۔"[6]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"عورت تمام بدن ہے مگر منہ اور ہتھیلیاں اور دونوں قدم عورت کے عورت میں داخل نہیں ہیں۔"[7]

معاشرہ (society) کو قومی انگریزی اردو لغت میں یوں واضح کیا گیا ہے:

"سنگت، لوگوں کا گروہ جو کسی مشترکہ مقصد کے لیے باہم متحد ہو۔ خصوصاً ادبی، سائنسی، سیاسی، مذہبی، فلاحی مقاصد یا شادمانی وغیرہ کے لیے افراد کا ربط وضبط... کسی خطے کے لوگ یا کسی دور کے لوگ جن میں بلحاظ

---

1 Oxford advance learner's dictionary, A S Hornby, p1128, oxford universty press, new york, london, 2010, edt:8th

2 قاموس أطلس انجلیزي: ص1621

3 عصام نورالدین، الدکتور، معجم نورالدین الوسیط عربی: ص213، دارالکتب علمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی، 2005م

4 ایضاً، ص1054

5 ایڈیٹ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت: ص732، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع سادس، 2002ء

6 علی حسن، پروفیسر، آئینہ اردو لغت: ص1171، خالد بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، 2000ء

7 مدیر فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، اُردو لغت تاریخی اصول پر ج: سیز دہم، ص593، اردو لغت بورڈ، کراچی، 1991ء

اطوار، رسومات یا معیاراتِ زیست میں یگانگت پائی جائے۔"[1]

معاشرہ سماجی تعلقات کا نظام ہے جس کے ذریعے ہم زندگی بسر کرتے ہیں، یہ معاشرتی تعلقات کا ایک جال ہے اور ہمیشہ تغیر پذیر رہتا ہے۔ مندرجہ بالا تعریف میں معاشرتی افراد کے باہمی تعلقات، افراد کی مختلف سرگرمیوں، پیشوں، معاشی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں کو شامل کیا گیا ہے۔ عورت اور مرد دونوں معاشرے کے بہت اہم کردار ہیں۔ معاشرے میں زندگی کی بقاء کے لیے دونوں ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ دونوں کرداروں میں خوشگوار سماجی تعلق ہی وقت کے بدلتے ہوئے جدید تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے۔ اپنے مسائل کے حل اور دیگر سماجی نظریات کو وقت کے جدید تقاضوں کے مطابق کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے تمام مفید سرگرمیوں میں عورت بھی معاشرت سازی میں مرد کی ہم پلہ ہے۔

معاشرت سازی سے مراد اس عمل کا ارتقاء ہے جس سے معاشرتی اقدار کے مطابق معاشرے میں فرد ضروریات کی تسکین حاصل کرنا سیکھ جائے اور جس کے ذریعے فرد معاشرے کے قوانین کے تحت معاشرتی اقدار میں حصہ لے سکے۔ تعریف میں مذکور "کسی خطے کے لوگ" میں سے ہم ایک اہم معاشرتی کردار عورت کی معاشرتی حیثیت پر اسلامی تناظر میں گفتگو کریں گے اور "کسی دور کے لوگ" سے ہمارا مقصد عصرِ حاضر کے حالات کو عورت کی زندگی پر قرآن وسنت کی روشنی میں منطبق کرنا اور جائز حدود کو واضح کرنا ہے۔

عورت کی چار معاشرتی حیثیات ہیں (ماں، بیٹی، بہن، بیوی) ان چاروں حیثیات میں عورت زمانہ جاہلیت سے لے کر اب تک دیگر مذاہب میں بے شمار مسائل کا شکار رہی ہے۔ عورت کی تذلیل کی جاتی رہی اور تاحال بھی یہ سلسلہ جاری ہے کہ عورت کی بے حرمتی کی یہ داستان اسلام کے دائرے میں ختم ہو جاتی ہے اور جب بھی کسی معاشرے میں اسلامی حدود کی پامالی کی گئی، عورت کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ عصرِ حاضر میں منتشر اور بدحال معاشرے اس کی زندہ مثال ہیں۔

مختصر تاریخی جائزہ

یونان:-

یونان میں عورت کی حیثیت کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسپارٹا کے قانون میں تو یہ تصریح موجود تھی:

"مسن وضعیف القُویٰ شوہروں کو اپنی کمسن بیویاں کسی نوجوان کے حبالۂ عقد میں دے دینا چاہئیں تاکہ فوج میں قوی سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔"[2]

1 اردو لغت تاریخی اصول پر: ص 1885

2 لیکی، مترجم دریا آبادی، عبدالماجد، تاریخ اخلاقِ یورپ: 2/182، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن، طبع اول، 1991ء

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1979ء) تحریر کرتے ہیں:

"یونان میں جب "کام دیوی" کی پرستش شروع ہوئی تو قحبہ خانہ عبادت گاہ میں تبدیل ہو گیا فاحشہ عورتیں دیوداسیاں بن گئیں اور زنا ترقی کر کے ایک مقدس مذہبی فعل کے مرتبے تک پہنچ گیا۔" [1]

روم

رومی فلسفی ومدبر سنیکا (4 ق م تا 65ء) کہتا ہے:

"اب روم میں طلاق کوئی بڑی قابل شرم چیز نہیں رہی۔ عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔" [2]

ایران

ایران میں عورت کی حیثیت ایسی تھی کہ اس کی ذات میں انہیں کوئی اخلاقی قدر نظر نہیں آتی تھی حتی کہ ماں، بیوی، بیٹی کی تمیز اُٹھ گئی تھی۔ بابل میں تو دیوداسیوں کی ایک کثیر تعداد بھجن گاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ [3]

یہودیت

یہودیت بھی عورت کے بارے اچھا تصور نہیں رکھتی۔ انکے نزدیک مرد نیک سرشت ہے اور حسنِ کردار کا حامل ہے اور عورت بد طینت ومکار ہے کیونکہ اس نے آدم کو بہلا پھسلا کر پھل کھانے پر آمادہ کیا جس سے اللہ نے منع کیا ہوا تھا۔ [4]

یہودی قانون کے مطابق مرد وارث کی موجودگی میں عورت وارثت سے محروم ہو جاتی تھی۔ اس طرح عورت کو دوسری شادی کا حق بھی نہیں تھا۔ [5]

عیسائیت

عیسائی نقطہ نظر کا اندازہ طرطولین (TertulianDied225 A.D) کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے:

"عورتو! تم نہیں جانتیں کہ تم میں سے ہر ایک حوا ہے۔ خدا کا فتوٰی جو تمہاری جنس پر تھا وہ اب بھی تم میں موجود ہو تو پھر جُرم بھی تم میں موجود ہو گا۔ تم تو شیطان کا دروازہ ہو۔ تم ہی نے آسانی سے خدا کی تصویر یعنی مرد کو ضائع کیا۔" [6]

---

1 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، پردہ: ص 14، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، پاکستان، 1994ء

2 ایضاً: ص 16

3 خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام: ص 424-465، الفیصل ناشران، لاہور، پاکستان، طبع دوم، 2005ء

4 ایضاً، ص 465

5 اسلام کا معاشرتی نظام: ص 466

6 اسلام کا معاشرتی نظام: ص 467

ہندومت

ہندومت میں ستی کی رسم، خلع ووراثت کے حق سے محروم رکھنا ہندوؤں کی تنگ نظری کا ثبوت ہے جبکہ سنسکرت میں لڑکی کو "دوہتر" (دور کی ہوئی) بیوی کو "پتنی" (مملوکہ) کہا جاتا ہے۔[1]

بیٹی کے لیے "لونڈیا" کا لفظ بھی ہندوؤں کے ہاں عام ہے جس کا مطلب باندی یا غلام عورت کا ہے۔

قبل از اسلام

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1953ء) لکھتے ہیں:

"اسلام سے پہلے جو اخلاقی مذاہب ہیں ان سب میں عورت اور مرد کے ازدواجی تعلقات کو اخلاق وورع کی ترقی و اعلیٰ مدارج کے لیے مانع تسلیم کیا گیا۔ ہندوستان میں بدھ، جین، ویدانت اور سادھوپن کے تمام پیرو اسی نظریے کے پابند تھے۔ عیسائی مذہب میں تجرد اور عورت سے بے تعلقی کو روحانی کمال کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔"[2]

قبل از اسلام عرب کے معاشرے پر نگاہ ڈالیں اور عورت کے معاشرتی مقام کا جائزہ لیں تو وہاں اس سے بھی کہیں زیادہ مایوسی ہو گی۔ لڑکی کو زندہ در گور کرنے کا رواج عام تھا۔ بیٹا باپ کی بیوہ میں رغبت رکھتا اور عورت وراثت کے حق سے محروم تھی۔ عرب معاشرے کی تصویر قرآن پاک یوں پیش کرتا ہے:

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾[3] "اور ان میں کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے یہ جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے۔ آیا اس کو بحالت ذلت لیے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔"

قیس بن عاصم نے جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں دفن کی تھیں۔ گویا زمانہ جاہلیت میں لڑکی کی کوئی اوقات ہی نہ تھی۔[4]

عَنِ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانُ نِسْوَةٍ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا[5]

---

[1] ایضاً: ص 468

[2] ندوی، سید سلیمان، سیرت النبی ﷺ: 6/222، دار المصنفین، اعظم گڑھ، بھارت، 1962ء

[3] سورة النحل: 16:58-59

[4] ابن كثير، أبو الفداء، إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسير القرآن العظيم: 8/ 334، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1419هـ

[5] السجستاني، أبوداؤد، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في من أسلم وعنده نساء أكثر من أربع أو أختان: 2241، قال الألباني هذا الحديث صحيح، دار السلام

"حارث بن قیس اسدی کہتے ہیں: میں اسلام لایا تو میری آٹھ بیویاں تھیں میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے چار اختیار کر لو۔"

سابقہ مذاہب میں عورت کی اس حیثیت سے متعلق بوجوہ اختصار بہت کم واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر ان مستند واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جہاں عورت کو بیٹی ہونے پر زندہ در گور کیا جاتا ہو، بیوی ہونے کی صورت میں صرف استعمال کی شے سمجھا جاتا ہو، ستی اور بار بار طلاق دینے کے بعد عدت ختم ہونے سے قبل رجوع جیسی قبیح رسموں میں جکڑا جاتا ہو وہاں اسکی عزت واحترام کی باری کب اور کس روپ میں آتی ہو گی؟

عورت عصرِ حاضر میں جدید تحاریک کے ساتھ

اگر عورت کو عصرِ حاضر کے اقدار و رواج کے سانچے میں جانچیں تو اندازہ ہو گا کہ کیا اب اسے وہ معاشرتی مقام حاصل ہوا ہے جس کی خواہش ہر عورت کرتی ہے؟ چاہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے یا مذہب سے تعلق رکھتی ہو، چاہے کسی بھی رشتہ سے منسوب ہو یا عمر کا کوئی بھی حصہ ہو، یا مطلوبہ مقام حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔

"دور حاضر اپنے فکری فلسفے، تہذیبی تجربے اور معاشرتی رویوں کے باعث دراصل مغربی تجربہ ہے.... مغرب کی حکمت عملی یہ ہے کہ اس تہذیبی جنگ کے لیے مسلم معاشروں ہی کو میدانِ جنگ کے طور پر منتخب کیا جائے۔ اسی لیے تہذیبی تصادم مسلم معاشروں کے اندر برپا ہے۔ مسلم معاشروں کی تعلیمی، معاشرتی، سیاسی، عسکری اور فکری قیادتیں اس تہذیبی تصادم میں مغرب کی حمایت کر رہی ہیں۔"[1]

مغرب کا غالب رجحان دراصل سیکولر ہے۔ مادی دنیا ہی ان کا حرف آخر ہے۔ وہ رشتوں پر تجربات کرتے ہیں اور انسانوں کو بھی مشینوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ اپنی عسکری طاقت کے بل بوتے پر پوری دنیا میں عیش کوشی، سیکولر اور مادی نظام کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔

یورپ کا نیا دور تحریک تنویر (Enligment) سے شروع ہوتا ہے۔ تحریک اصلاحِ مذہب (reformationR) انقلابِ فرانس (French revolution) اور انگلستان میں صنعتی انقلاب (Industrial revolution) نے علمی و معاشرتی شخصیتیں پیدا کیں۔ ان فکری و عملی انقلاب نے معاشرتی حالات میں تبدیلی پیدا کی۔ اب آزادی اور مساوات (Freedom and equality) نئی قدریں قرار پائیں۔[2]

چنانچہ "عورت کے حقوق کے لیے جو مہم چلائی گئی وہ دراصل ان نظریات پر مبنی تھی جو مغربی معاشرت کے

للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الأولى، 1999م

1 اسلام کا معاشرتی نظام: ص 472

2 اسلام کا معاشرتی نظام: ص 473

ستون متصور ہوتے ہیں یعنی

① مرد عورت کی مساوات

② عورتوں کا معاشی استقلال

③ دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط

یورپ میں بڑی تبدیلی صنعتی انقلاب سے آئی"یورپ میں پہلی مرتبہ مردوں اور عورتوں کے درمیان محبت، معاشرتی یک جہتی اور اجتماعی ہم آہنگی کی جگہ مقابلے کی فضا پیدا ہوئی۔ جس نے تحریک آزادی نسواں کے لیے ایندھن فراہم کیا۔ ملازمت کرنیوالی عورت نے معاشی آزادی کا ادراک کیا تو وہ معاشرتی آزادی پر بھی عمل پیرا ہوئی۔ گھر، خاندان، اولاد کی پرورش، خاندان کی تنظیم کو بوجھ سمجھنے لگی۔"[1]

مغرب میں عورت کے حقوق کی جدوجہد

یہ جدوجہد ایک تاریخ رکھتی ہے۔ مغربی عورت کی موجودہ حیثیت اسی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس تحریک کو مختلف نام دیئے گئے مثلاً حقوقِ نسواں، آزادیِ نسواں، نِسائیت یا تحریک نِسائیت کہا گیا:

(Women's Right, Sufferage movement, Women Liberation movement, Feminism or Feminist movement).[2]

برطانیہ میں تحریک آزادی نسواں میں لیبر موومنٹ کا بنیادی کردار ہے یہ تحریک مارکسی اور اشتراکی اصولوں پر منظم ہوئی۔ جبکہ امریکہ کی سب سے مؤثر تحریک، تحریکِ نسواں لبرل Libral National Organisation of Women ہے...[3]

"امریکہ کے جدید حالات میں بھی یہی یورپی نظریہ کارفرما ہے "نیویارک کے قریب سینیکا فالز (seneca falls) کے مقام پر (1848ء) میں عورتوں کی ایک ملک گیر کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ایک منشور منظور کیا گیا یہ منشورِ جذبات "decleration of sentiments" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

"تاریخ انسانی گواہ ہے کہ عورت ہمیشہ مرد کے ظلم وستم کا شکار رہی ہے۔ آج بھی عورت کی یہ حالت ہے کہ موجودہ جمہوری نظامِ سیاست میں اسکی کوئی آواز نہیں...اسے عوامی نمائندگی کا حق حاصل نہیں...ملک کے

[1] ایضاً: ص473-474

[2] ایضاً: ص480

[3] اسلام کا معاشرتی نظام: ص483

جاہل اور گنوار مردوں کو وہ حقوق حاصل ہیں جن سے تعلیم یافتہ عورتیں بالکل محروم ہیں۔ معاشرے میں شادی شدہ عورت زندہ درگور ہے۔ اسے ملکیت کا حق حاصل نہیں ہے۔ اب ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں امریکہ کے مردوں کے برابر حیثیت دی جائے۔"[1]

"ایم کیری تھامس" کے (1908ء) کو شمالی امریکہ میں خطاب کے دوران کچھ یہ الفاظ تھے:

Women are born , living their lives, and dying without justice which they have been waiting for since the time of the cave man.[2]

(1980ء) میں شعبہ ملازمت اور محکمہ شمارِ آبادی نے سروے کروایا۔ اگر اس سروے کی مہیا کردہ تمام معلومات کا جائزہ لیا جائے اور عورتوں کی ملازمتوں کی نوعیت کا تجزیہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

① عورت کو کم اُجرت ملتی تھی۔

② ان کی ملازمت اکثر اوقات جزو قتی ہوتی تھی۔

③ اکثر اوقات نچلی سطح پر ان کا تقرر ہوتا۔

④ عورتوں کو خاص قسم کی ملازمتیں ملتیں بالخصوص جو کم درجہ کی ہوتیں۔[3]

صنعتی دور میں عورت سے یوں بے انصافی ہوتی تھی۔ ان مراحل میں جو انتہائی بُرے اثرات عورتوں کی نجی زندگی پر مرتب ہوئے ان کا شمار ناممکن ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی نے آزادی نسواں کے اہداف اور حصول کے امکانات کے تحت رقم طراز ہیں:

ڈیوڈ بوشیر (David Bouchier) کے مطابق نسائیت پسندوں نے تین اہداف پیش کیے ہیں:

① صنفی مساواتی معاشرہ

② جنسی امتیازات کا خاتمہ

③ مکمل علیحدگی[4]

---

1 ایضاً: ص 475

2 Woman as force in history, Beard, Mary. R, p. 32, collier books, milford, new jersury, U.S.A, 1945

3 اسلام کا معاشرتی نظام: ص 479

4 اسلام کا معاشرتی نظام: ص 476-478

برِ صغیر میں حقوقِ نسواں کی کوششیں

یہ منظر یورپ میں تحریکِ نسواں کا تھا۔ جبکہ برصغیر میں بھی ایسی تحاریک کا نام سننے میں آتا ہے جو عورتوں کے حقوق کی خاطر وجود میں آئیں۔ "انیسویں صدی کی ایک معاشرتی تحریک ایسی ہے جسے برصغیر کی مسلمان عورتوں کے لحاظ سے ایک اہم واقعہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ تحریک تھی مسلمانوں کی تعلیم اور ان میں سماجی شعور پیدا کرنے کے لیے چلائی جانے والی علی گڑھ تحریک، اس نے مسلمان عورتوں کے معاشرتی حالات کو بھی اُجاگر کیا۔"[1]

"(1902ء) میں علی گڑھ کے شیخ عبداللہ نے مسلمان عورتوں کی تعلیم کا پرچم بلند کیا اور (1906ء) میں مسلمان عورتوں کے لیے پہلا انگلش سکول کھولا۔"[2]

(1908ء) میں شیخ عبداللہ نے ایک ماہنامہ "خاتون" بھی نکالا جس میں پردہ ختم کرنے کی حمایت کی جاتی تھی۔ دہلی سے علامہ راشدی الخیری نے اپنا مشہور رسالہ "عصمت" بھی انہی دنوں نکالنا شروع کیا۔[3]

"آہستہ آہستہ اس تحریک کا اثر پورے ملک میں محسوس کیا جانے لگا۔ بالائی طبقے کی عورتیں ہی اس تحریک کی قیادت کر رہی تھیں۔"[4]

"(1935ء) کا گورنمنٹ ایکٹ نافذ ہوا تو ساٹھ لاکھ عورتوں کو ووٹ دینے کا حق مل گیا۔ عورتوں پہ ہونے والے جبر کا خاتمہ کرنے کی پہلی کوشش (1929ء) میں کی گئی، جب بچوں کی شادی روکنے کے لیے قانون منظور کیا گیا۔"[5]

اقوام متحدہ کا کردار

تحریکِ آزادیِ نسواں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور بالآخر اسے عالمی سطح پر لانے میں کامیاب ہوئی۔ اس تحریک کا دوسرا منظر اقوامِ متحدہ کا پلیٹ فورم ہے۔ اقوام متحدہ کے قائم کردہ کمیشن کی پیش کردہ دستاویز" خواتین سے امتیاز کے خلاف اقوام متحدہ کا کنونشن(SEDAW document)"

(Convention of U.N.O on the elimination of all kinds of discrimination against

1 مرتبہ کشور ناہید، عورت، زبانِ خلق سے زبانِ حال تک: ص ۲۷۰، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور پاکستان، طبع اول، 2010ء
2 ایضاً: ص 275
3 ایضاً، ص 276
4 ایضاً، ص 277
5 عورت، زبانِ خلق سے زبانِ حال تک: ص 281

woman)

(1981ء) میں 20 ممالک نے اسے قبول کیا۔ دستخط کرنے والوں میں 10 مسلم ممالک بھی شامل تھے۔ [1]

اس میں مرد و عورت کے لیے مساوی سلوک اختیار کرنے کی، عالمی سطح پر پُر زور حمایت کی گئی۔ اس کے علاوہ اقوامِ متحدہ نے اسی ایجنڈے پر کئی کانفرنسیں منعقد کرائیں اور چوتھی کانفرنس (1995ء) کافی اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ اس ایجنڈے کے نمایاں خدوخال یہ ہیں:

① مرد و عورت کی فطری مساوات، عورت کو اس کے روایتی کردار (ماں، بیٹی، بہن، بیوی) پر مجبور نہ کیا جائے۔

② معاشرے کے ڈھانچے کو تبدیل کیا جائے۔

③ منتخب اداروں میں خواتین کو نشستیں دی جائیں۔ اسی طرح ملازمتوں میں بھی، اور بچے پیدا کرنے کا اختیار عورت کو حاصل ہو۔

④ ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ حاصل ہو اور جسم فروشی کو بھی قانونی تحفظ مہیا ہو۔

"تحریک آزادیِ نسواں نے اب تک جو کیا اور آئندہ جو کچھ حاصل کرنے والی ہے، اس کے نتائج خوفناک ہیں۔ یہ تحریک انسانی معاشروں پر ایسی مصیبت لائی جو بالآخر معاشروں کو تباہ کر دے گی۔" [2]

عالم اسلام میں تحریک آزادیِ نسواں، حقوق کے نام پر تمام اخلاقی قدروں کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔ جبکہ اسلام خود حقوقِ نسواں کی ادائیگی کا سب سے بڑا حقیقی علمبردار ہے۔

" With respect to sex equality, the essential human dignity and fundamental equality of women, Islam is at one with the leaders of the feminist movement ,but as the application of an abstract principle is qualified and conditioned by social realities and concrete situation." [3]

اسلام دشمن تحریک کے خوفناک نتائج میں خاندان کا منتشر ہونا، جنسی بے راہ روی کا عام ہونا، خود انحصاری کے غرور کا کمزور اذہان میں پیدا ہونا، مرد طبقے کے خلاف عورت طبقے کا نفرت کا اظہار کرنا اور معاشرے میں نفسیاتی بیماریوں کا پیدا ہونا شامل ہے۔ ان چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر اصل نقصانات کی حقیقی تصویر پیش کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ ان اثرات سے خاندانی، نفسیاتی، اخلاقی جذباتی تباہی کس درجے پر ہوئی؟ اور اس نے پوری دنیا کو کس طرح اپنی لپیٹ میں لیا ہے؟ ان کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مثلاً دہشت گردی (خاص طور پر عورت کا خودکش

---

1 اسلام کا معاشرتی نظام: ص502

2 ایضاً: ص503

3 Women in Islam, Siddiqi, Mazheruddin, p 176, Islamic cultuer, Lahore,1990, edi:10

حملوں میں شمولیت کرنا) زنابالجبر، اجتماعی زیادتیاں، اغوا، انسانی سمگلنگ، قتلِ عام، اولڈ ایج سنٹرز کا قیام اور نائٹ کلب وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر

اسلام نے جو طریقہ حیات متعین کیا ہے اس کے پس منظر میں دو قوتیں کار فرما تھیں:

① عرب کا جاہل معاشرہ اور اس کی فضول رسومات۔

② آپ ﷺ کی پیغمبرانہ تعلیمات۔

ان دونوں حقائق کو سامنے رکھ کر اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی گئی۔ لہذا عورت کے کردار کی نوعیت بھی از سر نو متعین کی گئی اور تمام فرسودہ رسومات سے آزاد کر کے معزز مقام دلایا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ ﴾[1]

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ اور اللہ جس کے نام کو تم اپنی حاجت کا ذریعہ بناتے ہو، اس سے ڈرو اور ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے عورت کو وہی حیثیت دی ہے جو مرد کو حاصل ہے۔ اسی طرح بحیثیت انسان بھی عورت کے اعمال اور نیک عمل کے بدلے ثواب میں مردوں کے ہم سر قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ ﴾[2]

"اور جو نیک عمل کرے گا، مرد یا عورت، اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہونگے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔"

قبل از اسلام عرب معاشرے میں لوگ روزی کی تنگی کے پیشِ نظر یا بیٹی کی پیدائش کو اپنے لیے بے عزتی سمجھنے کے باعث زندہ درگور کر دیتے تھے۔ تو اللہ پاک نے ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

1 سورة النساء: 4 :1

2 سورة النساء: 4 :124

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾[1]

"اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرنا کیونکہ انکو اور تم کو ہم رزق دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے۔"

اسی طرح دوسری جگہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝﴾[2]

"اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو، پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی؟"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جس نے دو لڑکیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی، وہ اور میں قیامت کے روز اس طرح آئیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا دیا۔"[3]

مندرجہ بالا آیات واحادیث میں خصوصاً عرب معاشرے کی قبیح رسم بطور خاص نامزد کر کے بتلایا گیا ہے کہ کسی معصوم لڑکی کی جان لینے والا قیامت کے روز اللہ پاک کے حضور ناحق قتل کا جوابدہ ہو گا۔ اسی طرح بعض چیزیں عورتوں پر حرام قرار دی گئیں جبکہ وہی چیزیں مردوں کے لئے حلال قرار پائیں تو اس تعصب اور عورت سے متعلق حقارت بھری سوچ کی نفی کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاۗءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝﴾[4]

"اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ ان چارپایوں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے۔ اور ہماری عورتوں کے لیے اس کا کھانا حرام ہے اور اگر وہ بچہ مرا ہو تو سب اس میں شریک ہیں یعنی اسے مرد وعورت سب کھائیں عنقریب خدا انکو انکے ڈھکوسلوں کی سزا دے گا بیشک وہ حکمت والا خبردار ہے۔"

اس کے علاوہ اللہ پاک نے ایک اور بری رسم کا خاتمہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝﴾[5]

---

1 سورة الإسراء:17 :31

2 سورة التكوير:81 :8-9

3 النيسابوري، مسلم بن الحجاج القشيري، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات: 2631، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية، 2000م

4 سورةالأنعام:6 :43

5 سورة النساء:4 :22

"اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح مت کرنا مگر جاہلیت کے زمانہ میں جو ہو چکا سو ہو چکا، یہ نہایت بے جا اور خدا کی ناخوشی کی بات تھی اور بہت برُا دستور تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرسودہ رسم کا خاتمہ اس آیت کے نزول سے کر دیا کہ جو بیٹے اپنے باپ کی بیوہ میں رغبت رکھتے اور عورت کا تقدس پامال کرتے تھے ان مردوں کو اس حرکت سے روک کر عورت کی عزت وعافیت میں اضافہ کیا ہے اور اپنی رحمتوں کے حصول اور نافرمانی پر سزا میں مردوں اور عورتوں میں برابری کا اصول قائم کر دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾[1]

"خدا نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے پاکیزہ ٹھکانے جنت کے باغات ہونگے اور اللہ کی رضا تو سب سے بڑھ کر ہے۔ اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾[2]

"تاکہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور خدا مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اپنے زیرِ نگرانی لوگوں کے بارے مسؤل ہے، حکمران نگران ہے، ایک آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔"[3]

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے عورت کی حقیقی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں وہ کوئی بے کار شے نہیں ہے بلکہ ایک ذمہ دار اور نگران ہستی ہے۔ اس کی ذمہ داریاں بھی ویسی ہی اہم ہیں جیسے معاشرے کے باقی لوگوں کی، لہٰذا اس کا مقام بھی ویسا ہی اہم ہو گا جیسے معاشرے کے باقی معزز ممبران کا سمجھا جاتا ہے۔ نیک مرد

---

1 سورة التوبة:9 :72

2 سورة الأحزاب:33 :73

3 البخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب المرأة راعية في بيت زوجها: 5200، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية، 1999م

اور نیک عورت ثواب کے حصول میں برابر ہے۔ بُری عورت کے لیے اگر سزا ہے تو بُرے مرد کے لیے بھی سزا ہے۔ کیونکہ دونوں اپنے مقام و مرتبے میں برابر ہیں۔ مثلاً چور چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اس طرح اگر عورت کی خاندانی حیثیت کو دیکھیں تو قرآن پاک میں بہت صریح الفاظ عورت کو چاروں معاشرتی حیثیات میں عزت سے نوازتے ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾[1]

"اور اسی کی نشانیاں اور تصرفات میں ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو۔"

عورتوں کے حقوق کی تمام جدید تحاریک کے لیے اسلامی تعلیمات میں بہترین مثال ہے کہ (بحیثیت بیوی) کتنے لطیف پیرائے میں اللہ نے عورت کو عزت واحترام سے نوازا ہے۔

عورت کے حقوق کی پاسداری کے لیے ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾[2]

"اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور خدا غالب اور صاحب حکمت ہے۔"

اسی طرح والدہ کے رُوپ میں عورت کو وہ مقام دیا ہے کہ کسی دوسرے مذہب میں اس کا آدھا بھی نہیں دیا گیا۔ اللہ ذوالجلال کا ارشاد ہے:

﴿ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ ﴾[3]

"اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انکو کبھی 'ہوں' بھی نہ کہو اور نہ ان کو کبھی جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جنت میں داخل ہوا اور اس میں قراءت سنی تو میں نے کہا یہ کون ہے؟ بولے حارثہ بن نعمان نیکی یوں ہوتی ہے، نیکی یوں ہوتی ہے اور وہ اپنی والدہ سے سب

---

1. سورة الروم:30 :21
2. سورة البقرة:2 :228
3. سورة الإسراء:17 :23

پر یہودیوں کے غاصبانہ قبضہ نے عورت پر جہاد میں شرکت کو فرض قرار دے دیا ہے۔اس وجہ سے اس نے آزادی کی تحریکوں میں بھی حصہ لیا ہے۔"[1]

جدید معاشرے کی پیچیدگی اور اس کے نتیجے میں عورت کی زندگی کی پیچیدگی نے عورت سے متعلق نئے مشکلات و مسائل کو جنم دیا ہے۔اس وجہ سے لوکل اور قانون ساز کونسلوں میں اسکی شرکت کے اسباب میں اضافہ ہو گیا ہے[2]

بحیثیت جنگجو

سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات (۷) غزوات میں حصّہ لیا میرا یہ کام تھا کہ مجاہدین کا کھانا پکاتی، زخمیوں کی مرہم پٹی اور دوا دارو کرتی۔"[3]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ حنین کے روز اُم سلیم نے (مشرکوں سے اپنی حفاظت کے لیے) خنجر اُٹھایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مسکرانے لگے۔[4]

اس سے ظاہر ہوتا ہے:

"زمانہ صلح میں جو پابندیاں مردوں سے میل جول اور بات چیت کے بارے میں ان پر عائد کی گئی تھیں انھیں زمانہ جنگ میں بالکل معطّل کر دیا گیا ہو گا۔اب اگر کسی زمانہ کی ضروریات اور مصالح کا اقتضاء یہ ہو کہ ان پابندیوں میں تخفیف کر دی جائے تو یہ عمل نہ تو خلافِ شریعت ہو گا اور نہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے مترادف ہو سکتا ہے۔"[5]

"معاشرتی زندگی میں عورت کی شرکت اور مردوں کے ساتھ ملاقات، نیکی کے میدانوں میں تعامل کی راہ ہموار کرتے ہیں۔"[6]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾[7]

---

1 آزادیِ نسواں (عہدِ رسالت میں): 2/375

2 ایضاً: 2/376

3 صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب غزوة النساء مع الرجال: 1812

4 صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب غزوة النساء مع الرجال: 1809

5 صدیقی، مظہر الدین محمد، اسلام میں حیثیتِ نسواں: 2/197، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، طبع اول، 1965ء

6 آزادیِ نسواں (عہدِ رسالت میں): 2/28

7 سورة التوبة 9:71

لوگوں سے بڑھ کر نیکی کرتے تھے۔"[1]

بحیثیت ماں عورت کا رُتبہ جان لینے کے بعد اگر بحیثیت بہن دیکھیں تو اسی طرح عورت کا چوتھا روپ بھی بہت روشن ہے جس میں اس کے حقوق اور دلجوئی کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾[2]

"اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو، (جسکا نہ ہی باپ اور نہ ہی بیٹا ہو) جس کی بہن یا بھائی ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔ اور ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔"

دینِ اسلام عورت کے لیے ہر رُوپ میں مکمل تحفظ لیے ہوئے ہے جبکہ

"عصرِ حاضر میں تو خاندان نے اپنی ادارتی حیثیت ہی کھو دی ہے۔ معاشی انفرادیت نے ہر شخص کو خود مختار بنا دیا ہے۔ یہی خود مختاری اجتماعی مفاد کے لیے مہلک ثابت ہو رہی ہے۔"[3]

عصرِ حاضر میں معاشرے کی شکل کافی بدل چکی ہے اس تبدیلی کے لیے بھی دینِ اسلام کے علاوہ کسی نظامِ حیات میں اتنی لچک نہیں کہ وہ عورت کو عزت اور تحفظ اس کے جائز مطالبے کے مطابق یا مصلحتاً نرم شرائط پر فراہم کر سکے۔ مغرب میں روائتی نظام کے بگڑنے کے سنگین نتائج بر آمد ہوئے ہیں، مثلاً شادی کے بغیر مل کے رہنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور طلاقوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ بچوں پر نفسیاتی اور جذباتی لحاظ سے منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ تنہا ماؤں میں اضافہ اور ہم جنس پرستی کے سربراہوں نے تو اب پادریوں کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔

موجودہ متنازعہ حالات میں مغرب یا مشرق کی عورت اسلام کے جاری کردہ حقوق کے ہم پلہ حقوق کا مطالبہ اگر سیکولر ریاستوں سے کرے گی تو اسے مایوسی ہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ وہ خود کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے اسکی نافذ کردہ حدود میں داخل ہو کر سچے دل سے توبہ کر لے۔ تاکہ وہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکے۔ اور اس لایعنی فریب سے بچ کر اپنے حقوق حاصل کرتے ہوئے دنیا و آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 الشيباني، أبو عبد الله أحمد بن محمد، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنهما: 25182، قال شعيب الأرناؤط اسناده صحيح رجاله ثقات رجال الشيخين، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421هـ

2 سورة النساء:4: 12

3 اسلام کا معاشرتی نظام: ص158

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [1]

"اے پیغمبر! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ خدا کے ساتھ نہ تو کوئی شریک کریں گی اور نہ ہی چوری کریں گی اور نہ ہی بدکاری کریں گی اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ہی اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور انکے لیے خدا سے بخشش مانگو بے شک خدا مہربان ہے۔"

دینِ اسلام میں آفاقی اقدار شامل ہیں۔ یہ کسی ایک قوم نسل یا کسی ایک خطے کے لوگوں کا دین نہیں۔ اسی لیے نہ صرف اس کی بنیادیں (قرآن و حدیث) اس بات کی مدلل وضاحت کرتی ہیں بلکہ عصرِ حاضر کے حالات بھی اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

ایک سروے رپورٹ کے مطابق (برطانوی عورتیں اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں؟

"کسی ماڈرن مرد کو کھرچ کر دیکھیے اندر سے ایک پرانا مرد برآمد ہوتا نظر آئے گا۔ مرد ہمیشہ ایک جیسے جبکہ عورتیں تیزی سے بدل رہی ہیں۔ لیکن جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتی ہیں اسکو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر رہی ہیں۔ آزادی و حقوقِ نسواں کی تحریک جن مقاصد کے لیے جدوجہد کر رہی ہے ان میں زنا، اسقاطِ حمل اور ہم جنس پرستی کے سوا سب چیزیں پہلے ہی اسلام میں میسر ہیں۔" [2]

آج معاشرتی تعلقات جس تباہی کا شکار ہیں، ہر طرف وحشیانہ بد اخلاقی کے جو مناظر ہمارا میڈیا پیش کر رہا ہے۔ کیا اس میں ہماری عورت کا بھی کوئی کردار ہے... ؟"پہلے عورت کے خود اپنے بارے تصور کی تصحیح ہونی چاہیے۔ کیونکہ عورت کا جب اپنے بارے میں تصور صحیح ہو گا تو وہ گویا اسی طرح ہو گی جیسے اس کی رسی کھول دی گئی ہو ...اسکے تصور سے جنم لینے والا پاکیزہ کردار اس کے گرد وپیش میں رہنے والے لوگوں کے تصور کی تصحیح کے لیے معاون ثابت ہو گا۔" [3]

جدید معاشرتی تناظر میں عورت کی اسلامی حیثیت

عصرِ حاضر میں عورت کی ملازمت، سیاست میں شرکت، مردوں سے مشارکت، دفاعی حیثیت، حدودِ پردہ،

---

[1] سورة الممتحنة:60 :12

[2] روزنامہ ٹائمز، 9نومبر 1993ء، لندن

[3] ابو شقہ، عبد الحلیم محمد، آزادیِ نسواں (عہدِ رسالت میں)، مترجم خالد سیف، آزاد غلام مرتضٰی، انعام اللہ: 1/ 284، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، پاکستان، طبع اول، 2007ء

مذہبی آزادی کے علاوہ معاشرتی مقام میں برابری کی سطح کے حقوق کا حصول وغیرہ وہ عنوانات ہیں جو مشرق ومغرب میں زبان زدِ عام ہیں۔ قرآن وسنت بلکہ پورے دائرہ اسلام نے ہر سطح پر ہر مطالبے میں عورت کی مرضی اور خوشی کو مدنظر رکھ کر قابلِ قبول اور دلکش آزادی سے ہمکنار کیا ہے۔ مسلمان خواتین کی ہر شعبے میں بے شمار قابلِ رشک مثالیں عہدِ رسالت میں موجود ہیں۔ جن سے عورتوں کی فعال زندگی اور جائز آزادی کا ثبوت ملتا ہے، اسی عہد کو نمونہ بناتے ہوئے ہم فرسودہ تقلیدی دور سے باہر نکل کر عورت کی معتبر اور مؤثر حیثیت واضح کر سکتے ہیں۔ تاکہ عورت اپنے حقوق کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض کو بھی خوش اسلوبی سے ادا کر سکے۔

بحیثیت ہنر مند

عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی اور ان کی اُمِ ولد ایک دستکار عورت تھی۔ اس نے عرض کیا:

" یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک دستکار ہوں اپنا تیار کردہ سامان بیچ دیتی ہوں۔ میرے شوہر اور میرے بچے کے پاس کوئی چیز نہیں نیز انہوں نے ان پر خرچ کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ان پر خرچ کرے گی تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ "[1]

بحیثیت معالج

" رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو مسجد کے پاس رفیدہ اسلمیہ کے خیمہ میں رکھا تھا اور یہ خاتون زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:" انہیں اسکے خیمے میں رکھو تاکہ میں ان کی قریب سے بیمار پرسی کر لیا کروں۔ "[2]

بحیثیت حریت پسند

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُم سلیم نے حنین کے دن کہا:

" یا رسول اللہ ﷺ ہمارے سوا فتح کے دن مسلمان ہونے والوں کو، جن کو آپ ﷺ نے شکست دی ہے قتل کرا دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُم سلیمؓ اللہ نے مجھے ان سے کفایت کیا ہے اور اس نے بہت اچھا کیا ہے۔ "[3]

عورت کی سیاسی سرگرمیوں سے متعلق بعض جدید معاشرتی مظاہر کے تحت عبد الحلیم محمد ابو شقہ رقمطراز ہیں:

"استعمار، جس نے عالمِ اسلام کے اکثر ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ارضِ فلسطین

---

1 العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري: 9/ 528، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، 2000م

2 فتح الباری شرح صحيح البخاري: 8/ 415

3 صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة النساء مع الرجال: 1809

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔"

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواجِ مطہرات کے گھروں میں آئے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں ان سے پوچھیں۔" [1]

ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ، خواتین کی مردوں کے ساتھ اجتماعی شرکت کی عظیم مثالیں ہیں۔ اس کے علاوہ طلبِ علم، دعوتِ دین، جہاد فی سبیل اللہ، شادی و ولیمہ کی تقاریب اور عیادت وغیرہ میں بھی عورت اور مرد کی مشارکت کی مثالیں عہد رسالت میں ہی ثابت ہیں:

"جدید معاشرے میں بہت سے ادارے وجود میں آگئے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق تعلیمی اداروں سے ہو یا میڈیکل کے اداروں سے یا سروسز یا حکومتی اداروں سے، خصوصاً ایسے ادارے جن میں براہ راست مردوں اور عورتوں کا رابطہ ہوتا ہے مثلاً شہری رجسٹریشن، شناختی کارڈ یا پاسپورٹ، پولیس اسٹیشن اور ٹریفک پولیس کے سنٹرز وغیرہ جبکہ قدیم معاشرے میں اس طرح کے اداروں کا نام ونشان نہ تھا۔ اداروں کی یہ کثرت اور ان میں کام کرنے کے لیے افراد کی ضرورت بھی عورت کے گھر سے باہر نکلنے اور مردوں کے ساتھ ملاقات کا تقاضا کرتی ہے۔" [2]

مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں:

"ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر اسلام کو ساتویں صدی عیسوی کا نہیں بلکہ بیسویں صدی کا زمانہ ملتا تو وہ عورتوں کی آزادی اور حقوق کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرتا اگر کوئی قوم اپنی مدافعت اور تحفظ کے اغراض کے لیے صنعتی توسیع، دفاعی تربیت اور طبی امداد کے انتظامات وغیرہ شروع کرے تو کیا اس ملک کی عورتوں کو بالکل الگ تھلگ رکھا جاسکتا ہے؟... موجودہ زمانے میں ہمیں عورتوں کو اس سے زیادہ آزادی دینی پڑے گی جتنی انھیں زمانہ اسلام میں حاصل تھی... موجودہ زمانہ میں عورتوں کے تعاون کی حاجت اس سے کہیں زیادہ اور وسیع پیمانہ پر ہے۔" [3]

علم انسانی شخصیت کا زیور ہے، اس زیور سے عورت کی ذات کو محروم نہیں رکھا گیا دوسرے شعبوں کی طرح علم کے شعبے میں بھی عورت کا بہت زیادہ حصہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: «طلب العلم فريضة على كل مسلم» [4]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر لازم ہے۔"

---

1 صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح: 5063

2 آزادیِ نسواں (عہدِ رسالت میں): 2/58

3 صدیقی، مظہر الدین محمد، اسلام میں حیثیت نسواں: 2/198-200ص

4 البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو، مسند البزار، مسند أبي حمزة أنس بن مالك: 6746، قال الألباني في هذا الحديث ضعيف، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة الأولى، 2009م

جس طرح عورت کو اسلام نے اعلیٰ مراتب سے نوازا اسی طرح اس کو علم حاصل کرنے کا حق بھی دیا۔ طلبِ علم کے سلسلے میں خواتین آنحضور ﷺ سے خصوصی گفتگو کا مطالبہ کرتیں تھیں اور حوالہ کے لیے یہ مثال پیش کی جاتی ہے:

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مرد آپ ﷺ کی باتیں لے گئے لہذا آپ ﷺ ایک دن ہمارے لیے بھی مخصوص فرما دیں ... آپ ﷺ نے فرمایا: تم فلاں دن جمع ہو جاؤ۔ خواتین جمع ہو گئیں اور آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور وعظ ونصیحت فرمائی۔"[1]

محدثین نے روایتِ حدیث کے لحاظ سے صحابہ کے پانچ طبقے قرار دیئے ہیں، اول طبقے میں وہ صحابہ جنکی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں، امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار اسی طبقہ اول میں ہے۔[2] شاہ جہاں بیگم (متوفیٰ 1091ء) تحریر کرتی ہیں:

"میرے نزدیک تو بے حیائی اور بدکاری جہالت سے ہوتی ہے اور عصمت وعفت علم سے۔"[3]

"عورتوں کی تعلیم دنیا کے تمام معاشروں کے لیے ایک بنیادی اور حساس معاملہ رہا ہے ہر معاشرے نے اس صورتحال کو اپنے معاشی اور تہذیبی پس منظر میں جاننے اور فکری ماحول کے حوالے سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی اور آج تک ان کوششوں کو پرکھنے اور جانچنے کا سلسلہ جاری ہے۔"[4]

عورت کی ذات سے منسلک پردہ بھی ایک اہم حقیقت ہے جو قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت ہے۔ علماء شریعت کے درمیان پردہ متفق علیہ مسئلہ ہے البتہ اس کی حدود کے تعین میں جُزوی اختلاف ہے۔

"حجاب تو عورت کے حُسن وجمال کے لیے ایک پردہ ہے اور ہماری شریعتِ مطہرہ اس اُمت کی طہارت، پاکدامنی اور حلال پسندی کی بنیادوں پر تعمیرِ سیرت کرنا چاہتی ہے۔"[5]

پردہ کے حق میں اور مخالفت میں ہمیشہ سے متنازعہ گروہ موجود رہے ہیں۔ بعض لوگ اسے عورت کی آزادی کے لیے رکاوٹ سمجھتے ہیں مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب عورت خود پردہ کے حق میں ہے اور پردے میں رہتے ہوئے دنیا کے ہر میدان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہی ہے تو پردہ کی مخالفت کرنے والوں کو اور پردہ کے حق میں بولنے والے گروہوں کو شدت پسندی کے بجائے اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ پردہ کے احکام نازل ہو

---

1 صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب تعلیم النبی ﷺ أمته من الرجال والنساء: 7310

2 سعید انصاری، ندوی عبد اسلام، سیر الصحابیات معہ اسوہ الصحابیات: ص 211، مکتبہ اداریہ، ملتان، طبع اول، 1942ء

3 شاہ جہاں، بیگم، تہذیبِ نسواں: ص 177، نعمانی کتب خانہ، لاہور، طبع سوم، 1970ء

4 عورت، زبانِ خلق سے زبانِ حال تک: ص 262

5 خالد عبد الرحمن، عورتوں پر حرام مگر کیا؟، مترجم سلیم اللہ زمان: ص 595، دار البلاغ، لاہور، طبع اول، 2009ء

جانے کے باوجود خواتین اپنے گردوپیش کی زندگی سے لاتعلق نہیں رہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے اپنی چادر سے پردہ کئے ہوئے ہیں۔ میں حبشہ کے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں (جنگی) کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اس سے سمجھ آتا ہے کہ ایک کم عمر لڑکی جس کو کھیل تماشہ دیکھنے کا بڑا شوق ہے کتنی دیر تک دیکھتی رہی ہوگی۔

''اُم المومنین حضرے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عید کے دن حبشی مسجد میں ڈھال اور نیزے کے ساتھ کھیل رہے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ تم ان کے کھیل کو دیکھنا پسند کرتی ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔'' [1]

اس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ گوشت کھا رہے تھے کہ ازواجِ مطہرات میں سے ایک نے کہا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے تو وہ کھانے سے رُک گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ یہ حلال ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں.... لیکن میں اسے نہیں کھاتا۔'' [2]

مندرجہ بالا نصوص سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورتحال میں پردے کے احکام اور سختی میں تخفیف کر دی جہاں کسی قسم کی بداخلاقی کا گمان نہ تھا مگر آج کے اس بداخلاقی اور عُریانی کے دور میں مسلمان عورت پردے میں جو سکون اور تحفظ محسوس کرتی ہے وہ بے پرد عورت نہیں کر سکتی۔ مغربی دنیا میں مسلمان عورت کے سر سے سکارف، حکومتی سطح پر جبراً ہٹانا سراسر ظلم ہے۔ معاشرے میں عورت کی اس بے حرمتی کا کفارہ اربابِ اختیار کو دینا ہوگا۔ پاکستان میں قومی و بین الاقوامی سطح پر عورت کے حقوق کے لیے ہونے والی جدید کوششوں اور جدید صنفی تذلیل کے حقائق پر اگر نظر ڈالیں تو ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ عورت کی حقیقی فلاح کہاں پوشیدہ ہے؟

پاکستان میں صنفی مساوات کے ادارے

صنفی مساوات کے فروغ کے لیے صنفی امور کو مرکزی دھارے میں شامل کرنا عالمی سطح پر ایک قابلِ قبول حکمتِ عملی ہے۔ یہ نظم ونسق کا ایک ایسا طریقِ کار ہے جس کے تحت مردوں اور خواتین کے تحفظات اور تجربات کو معاشرے کے تمام شعبوں میں پالیسیوں اور پروگراموں کے ڈیزائن، نفاذ، نگرانی اور جائزے کا ایک بنیادی حصہ بنایا جاتا ہے۔ صنف کو مرکزی دھارے میں شامل کرنے کا مقصد دراصل پالیسوں اور اداروں کو اس طرح

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، بابنظر المرأة إلى الحبش: 5236

[2] صحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد، باب خبر المرأة الواحدة: 7267

تبدیل کرنا ہے کہ وہ فعال انداز میں صنفی مساوات کو فروغ دیں۔[1]

انگاڈ (انٹرنیشنل جینڈر اینڈ ڈیویلپمنٹ گروپ) ایک امداد دینے والا گروپ ہے جو صنفی مساوات سے متعلق تحقیق اور وسائل کے لیے حکومت پاکستان کے ساتھ لابنگ اور شراکت داری کے علاوہ معلومات کے تبادلے، مباحثے، رابطے اور پالیسی ردِ عمل کے لیے ایک فورم کے طور پر کام کرتا ہے۔[2] آئی او ایم (تارکینِ وطن کی بین الاقوامی تنظیم) حکومتِ پاکستان کے ساتھ مل کر گزشتہ کئی سال سے اندرون ملک اور سرحد پار انسانی اسمگلنگ کے مسئلہ سے نمٹنے کے لئے کام کر رہی ہے۔ انسانی اسمگلنگ میں زیادہ تر خواتین ہی شکار ہوتی ہیں۔"[3]

مسلم ایجوکیشن ویلفیئر سوسائٹی (میوس) کا کام مقامی کونسلروں میں صنفی حساسیت کی استعدادِ کار پیدا کرنا تھا۔[4]

مندرجہ بالا کوششوں کا کتنا فائدہ عورت کو ہوا اس کا اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے۔

According to the report of human rights watch in the last six months of 2010, numbers of crimes against women were 5014, these numbers are registered cases, details are as following:

Kidnnaping: 2001

Murder: 719

Domestic voilence: 246

Suicides: 286

Honour killings: 315

Rape: 483

Sexual harassment: 65

Acid throwing: 23

Burning death: 26

Voilence: 850 Rest of According to the statistics this horrifying truth shows the pakistani women is living in such a tentative and horrifing conditions.[5]

مندرجہ بالا اعداد و شمار تمام دنیا کے لیے چیلنج ہیں جو عورتوں کے حقوق کا دعویٰ کرتے ہیں عالم اسلام اور پوری

---

1 عفت عزیز، حمیرا ابراہیم، خواتین کے لیے نئے دور کا آغاز، سارہ جاوید، مترجم احمد جاوید، ص 64، کمیونیکیشن آئی این سی، سیڈا، اسلام آباد، پاکستان، 2010ء

2 ایضاً، ص 65

3 ایضاً، ص 67

4 ایضاً، ص 68

5 Pakistan Christian Post.html "Pakistan the status of women and the women's movement

دنیا کو چاہیے کہ وہ عورتوں کے حقوق کے لیے مؤثر کارکردگی کا مظاہرہ کریں اور عورتوں کو بدراہ نہ کریں۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا، أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ» [1]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدراہ کرے کسی عورت کو اسکے خاوند پر یا غلام کو اسکے مالک پر۔"

لہٰذا تمام اربابِ اختیار کو عورت کی حقیقی آزادی اور تحفظ کے لیے ایسے موزوں اور مؤثر اقدام کرنا ہونگے جو اسے خود سری اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کے لیے مجبور نہ کر سکیں۔ اگر عورت کو وہ مقام دیا جائے جس کے دینے کا حق ہے تو ہر معاشرہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

دوسری طرف عورت پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے بنیادی نظریے اور اس نظریے سے ماخوذ طرز معاشرت کی نوعیت کو غیر جانبداری سے پرکھے اور اپنا معاشرتی مقام خود متعین کرے۔

اسلامی معاشرے میں عورت کی ذمہ داریاں اور شرعی ضابطے

① اسلامی تعلیمات کے مطابق گھریلو معاملات کی تنظیم، بچوں کی تربیت و نگہداشت اور دیگر افرادِ خانہ کی دیکھ بھال عورت کی اولین معاشرتی ذمہ داری ہے۔

② عورت چاہے کسی بھی رشتے سے منسوب ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنے سربراہ کی اجازت سے ہی وسیع معاشرتی دائرہ کار میں ایسی مفید خدمات پیش کرے جو فرد، خاندان اور معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوں۔

③ مردوں سے مشارکت کے دوران ملاقات کے اوقات کار، پردہ، لباس، چال ڈھال، گفتار و حرکات میں شرعی حدود کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے تاکہ معاشرتی اور اخلاقی مفاسد سے بچا جاسکے۔

④ عورت کو چاہیے کہ وہ ایسی متوازن تعلیم سے خود کو روشناس کرائے جو اسلامی تربیت کے عام اہداف کے ساتھ ساتھ گھریلو زندگی میں بھی مددگار ثابت ہوں۔

⑤ اسلامی آدابِ معاشرت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنی خدمت کچھ اسطرح سے بجا لائے کہ تربیت، معاشرت، معاشیات اور تنظیمی شعبوں کا مفید ربط منفی انداز میں متاثر نہ ہو۔

⑥ شعبہ طِب، مواصلات، ابلاغ، سیاسیات، دفاع، فنی اور معاشرتی فلاحی اداروں میں کام کرتے ہوئے شرعی اور فطری حدود کو نظر انداز نہ کرے۔ کیونکہ اخلاقی اقدار کی پامالی پورے معاشرے کی تباہی کا سبب ہے۔

⑦ مسلم معاشرے کی کسی بھی بڑی مصلحت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور غریب افرادِ خانہ کی مالی معاونت کے لیے عورت (شرعی حدود میں رہتے ہوئے) مفید و مؤثر معاشرتی کردار ادا کر سکتی ہے۔

⑧ بیدار مغز مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ معاشرتی میدان میں فرضِ کفایہ مثلاً غریب عورتوں، لاوارث بچے اور بچیوں کی نگہداشت و کفالت کریں۔ نیز ایسی مثبت سرگرمیوں میں حصّہ لیں جن سے عقلی، روحانی اور

[1] سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب فيمن خبب امرأة على زوجها: 2175

معاشرتی اعتبار سے ان کی شخصیت کی تکمیل ہوتی ہو۔

خلاصہ بحث

اقوامِ عالم کے معاشرتی تاریخی جائزے سے عورت کی ہونے والی تذلیل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جس کے وجود کو بحیثیت انسان ہی تسلیم کرنے سے جو معاشرہ انکاری ہو وہاں عورت کو اُس کے جائز حقوق کب ادا کیے جاتے ہونگے؟ یونانی، رومی، یہودی، عیسائی، ہندو اور قبل از اسلام عرب معاشرت عورت کو فحاشی، قتل، شیطانیت، ستیؔ اور زندہ درگور کرنے جیسے دھبوّں سے داغدار ہے۔ قرآن وسنت کے آفاقی احکام کے مطابق عورت اپنے وجود میں مردوں کی نظیر ہے۔اللہ پاک کا اپنی محبت کی مثال کے لیے ماں کی محبت سے موازنہ کرنا، سیدنا جبرائیل علیہ السلام کا اُم المومنین رضی اللہ عنہا کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ ذوالجلال کا سلام پیش کرنا، عورت کی یہ عزت افزائی اللہ پاک کی طرف سے ہے۔ قرآنِ پاک میں عورتوں کے واقعات بیان کرکے خداوند تعالیٰ نے انکی اہمیت آشکار کر دی کہ وہ کس حد تک مردوں کی سعادت وشقاوت کا ذریعہ بن سکتی ہیں... اگر قرآن ان کا ذکر نہ کرتا تو فلسفہ، معاشرت وسیاست کا ایک عظیم باب ہماری نظروں سے اوجھل رہ جاتا۔[1]

دینِ اسلام میں عورت اپنے چاروں معاشرتی مقام (ماں، بہن، بیوی، بیٹی) کے لحاظ سے ہر معاشرتی نوعیت میں (جائز حدود میں رہتے ہوئے) اپنی منشاء کے استعمال کا حق رکھتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان عورتیں کبھی بھی قانونی طور پر تعصب کا شکار نہیں کی گئیں اور نہ ہی وہ معاشرتی طور پر زندگی کی تعمیر وترقی میں فعال کردار ادا کرنے سے منع کی گئیں۔جو مقام دائرہ اسلام میں ملا وہ مرتبہ کوئی دوسرا معاشرہ عورت کو نہیں دے سکتا تا آنکہ وہ اسلامی اصولوں کو اپنا کر فریبی دعوؤں سے توبہ کرلے۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ، خُطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا:

"عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔"[2]

پوری اُمتِ مسلمہ کو متحد ہو کر صنفِ نازک کے خلاف جاری فتنہ انگیز سازش کے خاتمہ کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ مسلم ممالک کے حکمرانوں کو اپنی مسلم ریاستوں میں ایسے مؤثر اقدام کرنا ہونگے جو عورت کو حقیقی تحفظ فراہم کرسکیں اور زمینی حقائق تک پہنچ کر اپنا فلاحی کردار ادا کرسکیں۔ انصاف فراہم کرنے والے اداروں اور قومی ذرائع ابلاغ کو جرائم کی روک تھام کے لیے حقیقی محافظ بننا ہوگا۔ہمیں اپنے فکری اور تعلیمی نظام میں اسلامی نظریے سے راہنمائی لیناہوگی جو نوجوان نسل کی صحیح اسلامی ذہن سازی کرے تاکہ اُنہیں بے راہ روی سے بچایا جا سکے۔ اکیسویں صدی کے اس علمی اور سائنسی دور میں، جب دنیا ایک گلوبل وِلیج بن چکی ہے، فریبی دنیا کے ہاتھوں کھلونا بننے کی بجائے عورت کو اپنے محافظ اور اپنے دشمن خود پہچاننا ہونگے تاکہ وہ اپنا معتبر معاشرتی مقام حاصل کرسکے۔

---

1 فراہی، حمید الدین، امام، مجموعہ تفاسیر فراہی: ص504، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، س ن

2 سنن أبي داؤد، كتاب المناسك، باب صفة حجة النبي ﷺ: 1905